Open Access
ISSN E:2790-7694 ISSN P: 2790-7686
Journal Web: http://www.al-asr.pk

مذاہب کے تذکرے میں قرآن حکیم کے اسالیب

The Genre of the Holy Qur'an in the Discussion of Religions

Dr. Hafiz Muhammad Sarwar
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Narowal
qarisarwar974@gmail.com

Dr. Muhammad Sarwar
Assistant Professor
University of Veterinary & Animal Sciences, Lahore
sarwarsiddique@uvas.edu.pk

Dr. Shamshad Akhtar
Assistant Professor, Punjab Group of Colleges, Sialkot

ABSTRACT

From the study of the Qur'an, it is clear that in the word of God, many methods have been adopted in mentioning the religions of the world. Some basic principles have been explained by mentioning these religions briefly, and some religions have been based on false beliefs. The reality has been clarified through criticism. In some places the rejection of polytheism and in some places the affirmation of monotheism. The superiority of Islam is also mentioned. Studying the wisdom of these styles of theology reveals many new avenues of knowledge and practice. In this paper, the pattern of the Quran in the discussion of religions has been discussed. Understanding this perspective gives interfaith perceptions. This article selects the various religions that have been discussed in the Quran. The prime concern of this paper is to show how the Quran discusses the religions and what genre has been adopted so that it could be understandable in the modern world.

Keywords: Religion, Faith, Belief, Worship, Islam, Divinity, Doctrine

ابتدائیہ :

جب قرآن حکیم کا نزول ہوا تواس وقت عرب اور اس کے ساتھ ملحق علاقوں میں متعدد مذاہب رائج تھے۔جن میں یہودیت ،عیسائیت ،صابئیت ،مجوسیت اور بت پرستی شامل ہیں۔ہر ایک کے پیروکار عرب کے کسی نہ کسی حصے میں ضرور موجود تھے۔لہٰذا ان مذاہب کا ذکر نبی آخر الزماں ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب الٰہی میں آنا ،قدرتی

امر تھا مطالعہ قرآن سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ کلامِ الٰہی میں مذاہب عالم کے تذکرے میں کئی اسالیب اختیار کیے گئے ہیں ۔کہیں ان مذاہب کا ذکر اجمالی طور پر کر کے کئی بنیادی اصول کی وضاحت کی گئی ہے ،تو کہیں مذاہب باطلہ کے عقائد پر تنقید کے ذریعے حقیقت حال واضح کی گئی ہے ۔کسی جگہ ردِّ شرک اور کسی جگہ اثباتِ توحید ۔کہیں اہلِ کتاب کے منفی رویُّوں پر تنقید ہے تو کہیں نکتہ ہائے مشترک پر ،انہیں مکالمے کی دعوت دی گئی ہے ۔کلامِ مجید کے ان اسالیبِ بیان کی حکمتوں کا مطالعہ علم و عمل کی کئی نئی راہیں کھولنے کا سبب بنتا ہے ۔

مذاہب کا اجمالی تذکرہ :

قرآن حکیم کبھی دیگر مذاہب کا تذکرہ اجمالی انداز میں کرتا ہے ۔ جیسا کہ سورۃالحج میں ہے :

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّـهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّـهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔[1]

بے شک جو ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور ستارہ پرست اور نصارٰی(عیسائی)اور آتش پرست اور جو مشرک ہوئے ،یقیناًاللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان (سب) کے درمیان فیصلہ فرمادے گا ۔بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہا ہے ۔

امام جلال الدین سیوطی (1445ء-1505ء) تفسیر درِّ منثور میں لکھتے ہیں کہ :

وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ عِكْرَمَةَ فِیْ قَوْلِہ ، اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ ،قَالَ : فَصَلَ قَضَائہ بَيْنَهُمْ فَجَعَلَ الْخَمْسَةَ مُشْرِكَةً ،وَجَعَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةَ وَاحِدَةَ ۔ [2]

(امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے " اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ "کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اس طرح فیصلہ فرمائے گا کہ ان پانچ (شیطان کے پرستارگروہوں)کو جمع فرمائے گا ،اور اس امت مسلمہ کو علیحدہ کرے گا ۔)

سورۃ البقرہ میں بھی ان مذاہب کا ذکر کیا گیا ہے :

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّـهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔[3]

(بے شک جولوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور جو نصارٰی اور صابی (تھے ان میں سے)جو (بھی) اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اچھے عمل کیے ،تو ان کے لیے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے ،ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہو ں گے۔)

امام فخر الدین رازی (1149ء-1209ء) رقم طراز ہیں کہ:

وَهُوَ قَوْلُ ابْنُ عَبَّاسِ :اَلْمُرَادُ الَّذِيْنَ آمنوا قَبل مبعث محمد بعيسى عليهما السلام مع البراءة عن أباطيل اليهود والنصارى مثل قس بن ساعدة

وبحيرى الراهب وحبيب النجار وزيد بن عمرو بن نفيل وورقة بن نوفل وسلمان الفارسي وأبي ذر الغفاري ووفد النجاشي فكأنه تعالى قال إن الذين آمنوا قبل مبعث محمد والذين كانوا على الدين الباطل الذي لليهود والذين كانوا على الدين الباطل الذي للنصارى كل من آمن منهم بعد مبعث محمد عليه السلام بالله واليوم الآخر وبمحمد فلهم أجرهم عند ربهم ۔ [4]

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے اور یہود اور نصاریٰ نے جو دین میں باطل چیزیں داخل کر لی ہیں ان سے بری تھے ،مثلاً قس بن ساعدہ ،بحیرہ راہب ،حبیب النجار ،زید بن عمرو بن نفیل ،ورقہ بن نوفل ،سلمان فارسی اور نجاشی کا وفد ،گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ جو لوگ بعثت محمدﷺ سے پہلے ایمان لائے تھے ،اور یہود و نصاریٰ میں سے جو ادیان باطلہ پر ہیں ،ان میں سے جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لے آیا ،اور نیک عمل کرتا رہا ،اس کو آخرت میں خوف اور غم نہیں ہوگا ۔)

یہودیت :

اَلَّذِیْنَ هَادُوْا سے مرادوہ لوگ ہیں جنہوں نے یہودیت کا مذہب تشکیل دیا تھا ۔ تاریخ کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ مذہب یہود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یعقوب علیہ السلام بن اسحاق علیہ السلام کے بیٹے یہوداہ سے منسوب ہے ،جن کا دور 1500 قبل مسیح کا ہے ۔یہود کا ایک نام بنی اسرائیل بھی ہے ۔مولانا مودودی (1903ء-1979ء)لکھتے ہیں کہ اسرائیل کے معنیٰ ہیں عبد اللہ یا بندہ خدا ،یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا جو ان کو خدا کی طرف سے عطا ہوا [5]۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن میں سب سے چھوٹےحضرت یوسف علیہ السلام مصر میں وزیر خزانہ اور بعد میں وزیر اعظم اور بادشاہ کے مرتبے پر فائز ہوئے ۔اسی دور میں آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام بھی کنعان سے ہجرت کر کے مصر آئے اور اس طرح بنی اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد) کا مسکن بھی یہی ملک ٹھہرا[6]۔ بعد میں یہ قوم مقامی قبطی قبائل کی اسیر ہو کے رہ گئی۔حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے۔

قرآن اس مقام پر تصریح کرتا ہے کہ بنی اسرائیل کا اصل زمانہ عروج حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزر چکا تھا ،جسے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے اس شاندار ماضی کی حیثیت سے پیش کرتے تھے [7]۔

علامہ ابن جریر طبری (839ء-923ء)کے نظریہ کے مطابق، کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو مصریوں کی غلامی سے نکال کر وادیِ سینا میں لا بسایا ۔[8]۔ مصریوں سے آزادی ملی تو کئی سال تک ،مشرقِ وسطیٰ کی خاک چھاننے کے بعد بنی اسرائیل نے فلسطین اور کنعان کی سرزمین میں ایک نئی شاہی ریاست قائم کی ۔قرآنِ حکیم اور تورات کی بیان کردہ تفصیلات کے مطابق ،طالوت کے بعد یہودیوں کے بادشاہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک مضبوط ریاست کی بنیاد ڈالی ،جس کا مرکز یروشلم تھا ۔ان کے جانشین ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام (960ق م)ہوئے ۔ داؤد اور سلیمان علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے ۔حضرت داؤد علیہ السلام کو الہامی کتاب زبور عطا ہوئی ۔قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر ان کا ذکر کیا ہے [9]۔

ابنِ ہشام(م833ء)کے خیال کے مطابق، کہ نزول قرآن کے وقت یہود کے تینوں قبائل (بنونضیر ،بنو قینقاع اور بنو قریظہ) کا مسلمانوں کے بارے میں تنگ نظری ،حسد وبغض پر مبنی رویہ ،معاہدات کی خلاف ورزی ،مسلمانوں اور خود نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کو صفحہ ہستی سے مٹا ڈالنے ،متحد معاشرے کے افراد کو آپس میں لڑانا ،اسلامی ریاست کو داخلی اور خارجی طور پر کمزور کرنا،ریاست کے دشمنوں سے درپردہ سازشیں تیار کرنا ،یہود کے رویے کے نمایاں پہلو ہیں ۔ان وجوہات کی وجہ سے انہیں مدینہ سے جلاوطن کردیا گیا۔[10]

صابئیت :

دوسرا مذہب صابئیت ہے ،مولانا عبد الماجد دریآبادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ صابی کے لفظی معانی ہیں جو کوئی بھی اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں آجائے یا اس کی طرف مائل ہو جائے۔اصطلاح میں صابیون (Sabians) کے نام کا ایک مذہبی فرقہ تھا جو عرب کے شمال ومشرق میں شام وعراق کی سرحد پر آباد تھا۔ یہ لوگ دین توحید اور عقیدہ رسالت کے قائل تھے اور اس لیے اصلاً اہل کتاب تھے۔اپنے کو نصارائے یحیٰ کہتے تھے ،گویا حضرت یحیٰ علیہ السلام کی امت تھے ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے مبصر و نکتہ رس خلیفہ راشد اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے محقق صابیوں کا شمار اہل کتاب میں کرتے ہیں ۔[11]

امام ابوبکر الجصاص (917ء-942ء)، احکام القرآن میں اہل کتاب اور صابئین کا فرق نمایاں کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> وَ قَدِ اخْتَلَفَ فِی الصَّابِئِیْنَ ھُمْ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اَمْ لَا؟فَرُوِیَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَنَّھُمْ اَھْلُ کِتَابٍ وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَ مُحَمَّدِ : لَیْسُوْا اَھْلَ کِتَابٍ وَکَانَ اَبُوْ الْحَسَنِ الْکَرْخِیْ یَقُوْلُ: اَلصَّابِئُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عِنْدَہُ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ قَوْمٌ یَنْتَحِلُوْنَ دِیْنَ الْمَسِیْحِ وَیَقْرَؤُنَ الْاِنْجِیْلَ فَاَمَّا الصَّابِئُوْنَ الَّذِیْنَ یَعْبُدُوْنَ الْکَوَاکِبَ وَھُمُ الَّذِیْنَ بِنَاحِیَۃِ حِرَانَ فَاِنَّھُمْ لَیْسُوْا بِاَھْلِ کِتَابٍ عِنْدَھُمْ جَمِیْعًا ۔ [12]

(صابئین کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ اہل کتاب میں سے ہیں یا نہیں ؟امام ابو حنیفہ ؒسے مروی ہے کہ یہ اہل کتاب ہیں ۔جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد انہیں اہل کتاب قرار نہیں دیتے ۔امام ابو الحسن کرخی فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ ؒ کے نزدیک جو صابئین اہل کتاب میں سے ہیں ،یہ صرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین مسیحی اختیار کررکھا ہے اور وہ انجیل بھی پڑھتے ہیں ۔البتہ وہ صابئین جو ستارہ پرست ہیں اور حران کے علاقے میں بستے ہیں ان کے اہل کتاب ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔)

اسی بنیاد پر مولانا عبد الرحمٰن کیلانی (1923ء-1995ء) لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت نوح کا پیروکار بتلاتے ہیں اور باقی بعد میں آنے والے سب انبیا کے منکر ہیں۔ بعد میں صباء کا لفظ دین میں تبدیلی کرنے یا آبائی مذہب سے روگردانی کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا اور ایک گالی کی حیثیت اختیار کر گیا۔ چنانچہ مشرکین مکہ بھی اسلام لانے والوں کو اسی محبت سے نوازتے تھے اور کہتے تھے کہ فلاں شخص صابی ہو گیا ہے۔ یعنی بے دین اور لا مذہب ہو گیا ہے۔[13]

سید سلیمان ندوی(1884ء-1953ء) ،تاریخ ارض القرآن میں لکھتے ہیں کہ نزول قرآن کے وقت مذہب صابی خرافات و بگاڑ کا شکار ہوچکا تھا ،اس میں شرک ،ستارہ پرستی ،روح اور ان کے مجسموں کی پرستش شامل ہوچکی تھی،جب کہ اس کی اصل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ہے ۔[14]

عیسائیت :

قرآنِ حکیم کی درج بالا آیات میں تیسرے اہل مذہب مسیحیت کو نصاریٰ کہا گیا ہے ،نصاریٰ جمع ہے نصرانی کی ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آبائی وطن یہی قصبہ ہے ناصر ہی کو عربی تلفظ میں نصران بھی کہتے ہیں ۔ نصرانی کا انتساب اسی قصبہ کی جانب ہے ۔مسیحی وہ ہیں جو اناجیل اربعہ پر ایمان رکھتے ہیں ۔مسیح علیہ السلام کو خدا کا نبی نہیں ،خدا کا بیٹا مانتے ہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ خدا ان کے قالب میں حلول کر آیا ہے ۔آخرت میں نجات دینے والا خدا نہیں ،مسیح ابن اللہ کو یقین کرتے ہیں ۔موجودہ مسیحیت سر تا سر پولوسیت ہے ۔اور تمام تر پولوس طرطوسی کی تعلیمات پر مبنی ہے ۔یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے کچھ ہی روز بعد میں شروع ہوگئی تھی ۔[15]

مجوسیت :

مجوس وہ اہل عجم ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ ہم ایک نبی زرتشت نامے کی امت ہیں ،لیکن اب وہ عملاً توحید کے بجائے ثنویت کے معتقد ہیں ۔یعنی ایک کے بجائے دو خدا قرار دے لیے ہیں ۔ایک یزداں یعنی خدائے نور و خدائے خیر ۔دوسرا اہرمن یعنی خدائے ظلمت و خدائے شر ۔اور کہتے ہیں کہ یہ کائنات انہیں دونوں کی کشمکش کی رزمگاہ ہے ۔فقہاء امت نے انہیں بھی اہل کتاب کے حکم میں رکھا ہے ۔[16]

امام ابو بکر الجصاص (917ء-942ء)لکھتے ہیں:

اِخْتَلَفَ فِی الْمَجُوْسِ فَقَالَ جَلَّ السَّلَف وَاَکْثَرَ الْفُقَھَاءُ: لَیْسُوْا اَھْلَ الْکِتَابِ وَ قَالَ آخِرُوْنَ: ھُمْ اَھْلُ الْکِتَابِ وَالْقَائِلُوْنَ بِذَالِکَ شَوَاذٌ ۔ [17]

(مجوسیوں کے متعلق اختلاف رائے ہے ۔سلف میں اکثر حضرات اور فقہاء کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ یہ لوگ اہل کتاب میں شامل نہیں ہیں ۔کچھ حضرات اس کے قائل ہیں کہ مجوسی بھی اہل کتاب ہیں ۔)

مجوسیوں کے اہل کتاب نہ ہونے پر بطور دلیل لکھتے ہیں کہ :

ویدل علی انھم لیسوا اھل کتاب ان النبی ﷺ کتب الی صاحب الروم : یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ،وکتب الی کسر ی ولم ینسبہ الی کتاب ،ورو ی فی قولہ تعالیٰ : الم غلبت الروم ،ان المسلمین احبوا غلبۃ الروم لانھم اھل کتاب و احبت قریش علیہ فارس لانھم جمیعا لیسوا باھل الکتاب ۔ [18]

(مجوسیوں کے اہل کتاب نہ ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شاہ روم کی طرف خط میں یہ رقم فرمایا تھا : اے اہل کتاب ! تم اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے ،جبکہ شہنشاہ ایران کسریٰ کو دعوت نامہ تحریر کیا تو اس میں اسے اہل کتاب قرار نہیں دیا ۔اور روایت ہے کہ جب سورۃ الروم (الم غلبت الروم) اتری تو مسلمانوں نے رومیوں کے غلبہ کو اس لیے پسند کیا کہ وہ اہل کتاب تھے اور اس کے برعکس قریش مکہ ایران کے غلبہ کے متمنی تھے کیونکہ وہ سب کے سب (قریش کی طرح)اہل کتاب نہ تھے ۔)

الغرض قرآنِ حکیم نے نہایت غیر مبہم طریقے پر یہ بات واضح کردی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی شخص کو فلاح محض اس بنیاد پر حاصل نہ ہوگی کہ وہ یہود و نصاریٰ میں سے ہے یا مسلمانوں کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے یا صابی ہے ،بلکہ اس بنیاد پرہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کو فی الواقع مانتا رہا ہے اور اس نے نیک عمل کیے ہیں ۔ہر مذہب کے لوگوں کو اسی کسوٹی پر پرکھا جائے گا ۔اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہ ہوگا ۔نجات اور فلاح کا دارومدار ایمان اور عملِ صالح کی بنیاد پر ہوگا ۔جو انسان ان چیزوں کا حامل ہوگا وہی اللہ کی بارگاہ سے اجر پائے گا ۔اللہ کے ہاں فیصلہ آدمی کی صفات پر ہوگا نہ کہ انسانوں کی تعداد پر ۔[19]

اہلِ مذہب کے دعوؤں پر تنقید :

قرآنِ حکیم کہیں مختلف مذاہب کے دعوؤں پر تنقید بھی کرتا ہے ۔ مثال کے طور پرذیل کی آیات :

ارشاد خداوندی ہے :

وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّـهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّـهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّـهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔[20]

(اور انہوں نے کہا ہرگز نہ چھوئے گی ہمیں (دوزخ کی) آگ بجز گنتی کے چند دن آپ فرمائیے کیا لے رکھا ہے تم نے اللہ سے کوئی وعدہ تب تو خلاف ورزی نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی یا (یونہی) بہتان باندھتے ہو اللہ پر جو تم جانتے ہی نہیں ،ہاں (ہمارا قانون یہ ہے)جس نے جان کر برائی کی اور گھیر لیا اس کو اس کی خطاء نے تو وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔)

یہود کے ہاں نجات اعمال صالحہ کی بجائے بنی اسرائیل میں مختص کردی گئی ہے ۔ان کا دعویٰ ہے کہ صرف یہودی جنت میں جائیں گے خواہ ان کے اعمال کیسے ہی ہوں ۔کیونکہ وہ انبیاء کی اولاداور اللہ کی لاڈلی قوم ہیں ۔

اسی بنیاد پر مولانا عبد الرحمٰن کیلانی(1932ء-1995ء) لکھتے ہیں کہ ان کے اس باطل عقیدہ کا جواب اللہ تعالیٰ نے کئی طرح سے دیا ہے ،جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ سےفرمایا کہ ان سے پوچھو کہ اس عقیدہ کی اصل کیا ہے ؟ کیا اللہ نے تم سے کوئی ایسا وعدہ لے رکھا ہے اور اگر ایسی بات ہے تو دکھاؤ تو سہی ۔یا بس تم اللہ پر ایسی ہی جھوٹی باتیں جڑ دیتے ہو ۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اے یہو د ! اگر تم فی الواقع اس دعوے میں سچے ہو کہ تم اللہ کے چہیتے ہو اور ماسوائے چند دن کے تمہیں دوزخ کی آگ چھو بھی نہیں سکے گی تو پھر تم مرنے کی آرزو کیوں نہیں کرتے یا بالفاظ دیگر ان دنیا کے جھنجٹوں سے نکل کر جنت میں جانے کی آرزو کیوں نہیں کرتے ؟۔ ۔جس شخص کی بداعمالیوں نے اسے گھیر لیا ہو ۔وہ یقیناً دوزخ میں ہی جائے گا ۔پھر ہمیشہ اس میں رہے گا ۔اور اس قانون میں یہود تمہارے لیے کوئی تخصیص نہیں ۔[21]

وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔[22]

(اور انہوں نے کہا نہیں داخل ہوگا جنت میں (کوئی بھی)بغیر ان کے جو یہودی ہیں یا عیسائی یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں آپ (انہیں) فرمائیے لاؤ اپنی کوئی دلیل اگر تم سچے ہو۔)

یہود کا یہ عقیدہ شروع سے چلا آرہا ہے کہ نجات انہیں کی قوم اور وابستگان قوم کے ساتھ مخصوص ہے ۔پیغمبر ﷺ کو ہدایت ہوتی ہے کہ اہل کتاب سے کہو کہ خالی اور زبانی دعوؤں اور خالی آرزوؤں سے کیا ہوتا ہے ،اگر حقانیت کے مدعی ہو تو اپنی تائید میں کوئی دلیل عقلی یا نقلی لاؤ۔[23]

یہود کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے ،قرآنِ حکیم ان کے اس دعویٰ کی تردید کرتا ہے ،اور ان سے اس کی دلیل طلب کرتا ہے ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے :

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَـٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔[24]

نہ تھے ابراہیم یہودی نہ نصرانی، بلکہ وہ ہر گمراہی سے الگ رہنے والے مسلمان تھے ،اور نہ ہی وہ شرک کرنے والوں میں سے ۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّـهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔[25]

بے شک ابراہیم علیہ السلام ایک امت تھے ،اللہ کے اطاعت گزار ،باطل سے مجتنب اور مشرکین میں سے نہ تھے ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل و کمالات کے سب معترف تھے ۔اور سب اس پر متفق تھے کہ آپ کا دین ہی سچا دین ہے اور آپ کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے ۔اس لیے اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے یہودی یہ دعویٰ کیا کرتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائی دعویٰ کیا کرتے کہ آپ عیسائی تھے ۔ان کے اس غلط دعویٰ کا بطلان کیا جا رہا ہے کہ یہودیت اور عیسائیت بعد کی پیداوار ہیں ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ تو صدیوں پہلے کا ہے جب یہودیت و نصرانیت کا وجود ہی نہ تھا ۔اس لیے ان کو یہودی یا عیسائی کہنا کہاں کی دانشمندی ہے ۔[26]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہودونصاریٰ کے اس اختلاف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ دونوں قومیں جہالت کا دعویٰ کر رہی ہیں ،دونوں میں کوئی بھی جنت کا ٹھیکہ دار نہیں ،اور نہ ہی دونوں کے مذہب بے بنیاد اور بے اصل ہیں بلکہ دونوں مذاہب کی صحیح بنیاد موجود ہے ۔غلط فہمی کا سبب اصلی یہ ہے کہ انہوں نے مذہب و ملت کی اصل روح یعنی عقائد و اعمال اور نظریات کو چھوڑ کر نسلی یا وطنی بنیاد پر کسی قوم کو یہود ٹھہرالیا اور کسی کو نصرانی سمجھ لیا ،حالانکہ اصول ایمان کو توڑ کر اور اعمال صالحہ سے منہ موڑ کر نہ کوئی یہودی رہتا ہے نہ نصرانی ۔

اثباتِ توحید :

توحید جو ماسواللہ کے وجود کی نفی اور ذاتِ باری تعالیٰ کے اثبات کے مضمون پر دلالت کرتا ہے قرآنِ حکیم کے بنیادی اور اساسی موضوعات میں سے ہے ۔اس کے اثبات کے لیے متعدد دلائل و براہین قاطعہ جو قرآنِ حکیم سے مستنبط ہیں انہیں بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ۔نظری اور مشاہداتی دلائل ۔

قرآنِ حکیم نے نظری استدلال کا انداز و اسلوب اختیار کرتے ہوئے تصورِ توحید کو انتہائی مثبت اور اچھوتے انداز میں یوں بیان کیا ہے ،ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَإِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَـٰنُ الرَّحِيمُ۔[27]

(اور تمہارا معبود خدائے واحد ہے ،اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ) نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے ۔)

ابتدائے افرینش سے انسان کی یہ کمزوری رہی ہے کہ وہ توہماتی طور پر ہر اس وجود کو منصب ِ اُلوہیت پر فائز کرکے اس کی بندگی اور پرستش کا خوگر بنا رہا ہے جس سے اس کی ذات کے لیے مادی منفعت کا کوئی پہلو نکلتا نظر آتا ہے ۔متذکرہ بالا آیہ کریمہ میں اس باطل تصور کی نفی کرتے ہوئے انسان پر یہ حقیقت واشگاف کی جا رہی ہے کہ وہ ذات جو نفع رساں اور مسلسل اپنی بے پایاں رحمتِ عمومی کے خزانے نچھاور کرنے والی ہے وہی منصبِ اُلوہیت کی سزاوار اور اس لائق ہے کہ جبین نیاز اسی کے سامنے جھکائی جائے ۔[28]

قرآنِ حکیم ایک اور مقام پر اسی عقلی و نظری استدلال کو بروئے کار لاتے ہوئے انسان کو تخلیق کائنات اور اختلافِ لیل و نہار کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہے ۔ارشادِ خداوندی ہے :

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ۔[29]

(بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب وروز کی گردش میں عقلِ سلیم والوں کے لیے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں ۔)

انسان کی توجہ اس بنیادی حقیقت کی طرف مبذول کرائی جا رہی ہے کہ یہ کائناتِ ارضی و سماوی تو خود مخلوق ہے لہٰذا یہ الٰہ کیسے ہوسکتی ہے ۔منصبِ اُلوہیت پر فائز ہونے کی حقدار تو وہی ذات ہوسکتی ہے جو پیدا نہ کی گئی ہو ،اس لیے کہ پیدا کی جانے والی ذات حادث تصور ہوگی اور حادث ذات کبھی الٰہ نہیں ہوسکتی ۔

اگر انسان مقصد و غایتِ تخلیق ِ عالمِ ارضی و سماوی میں تفکر کرنے لگے تو اس کے وجدان میں یہ غیبی صدا آئے گی ۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ۔[30]

(اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور اس کو جو ان کے درمیان ہے محض تفریع طبع کے لیے نہیں بنایا ۔)

یہاں تخلیق بالباطل کی نفی کرتے ہوئے اسے لہو ولعب سے تعبیر کیا ہے یعنی اس کائنات کی کوئی شئے بے غرض و بے مدعا پیدا نہیں کی گئی ۔

قرآنِ حکیم اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ انسان کائنات میں کار فرما نظامِ ربوبیت کا بے لاگ مطالعہ کرنے بیٹھے اور اس کے وجدان میں ایک رب العالمین ہستی کے ہونے کا یقین انگڑائیاں نہ لینے لگے ۔یہ ممکن ہے کہ انسان سرکشی ،تمرد اور غفلت کی بنا ء پر ہر چیز سے انکار کردے لیکن وہ اپنی فطرت سے انکار نہیں کرسکتا ۔اس کی فطرتِ سلیمہ کے خمیر میں خدا پرستی کا جذبہ خوابیدہ حالت میں ودیعت کیا گیا ہے ۔جب اس کی غفلت کا پردہ چاک ہوتا ہے تو اس کا وجدان خود اس کی رہنمائی کر کے اس کے مدعا و منتہیٰ تک پہنچا دیتا ہے چنانچہ قرآنِ حکیم اس حقیقت کی نشاندہی ان الفاظ میں کرتا ہے :

بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ، وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ۔[31]

(بلکہ انسان خود بھی اپنی حالت پر مطلع ہوگا اگرچہ (اس وقت بھی وہ)اپنے حیلے (بہانے)پیش کرے گا ۔)

وہ انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر خود اس کے باطن سے جواب طلب کرتا ہے :

وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ۔[32]

(اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور (کون) نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون ہے جو انتقام فرماتا ہے ہر کام کا ۔)

قرآنِ حکیم میں ایسے مقامات جن میں ایک وسیع البنیاد (Broad Based)نظامِ ربوبیت سے توحیدِ باری تعالیٰ پر استدلال کیا گیا ،بے شمار ہیں ،ان میں سے چند ایک یہ ہیں ۔اللہ تعالیٰ انسان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے :

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ، أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ، ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ، فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا۔[33]

(پس انسان کو چاہیئے کہ اپنی غذا کی طرف دیکھے (اور غور کرے) بے شک ہم نے خوب زور سے پانی برسایا ۔پھر ہم نے زمین کو پھاڑ کر چیر ڈالا پھر ہم نے اس میں اناج اگایا ۔)

یہاں " فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ "کے ابتدائی کلمات ہی انتہائی فکر انگیز اور بصیرت افروز ہیں ۔انسان ہر چیز سے غافل ہوسکتا ہے لیکن وہ اپنی خوراک کی طرف سے آنکھیں نہیں موند سکتا ۔وہ دانہ گندم پر بیج سے پودا بننے کے نامیاتی عمل پر غور کرے تو نظامِ کائنات کے باطن میں جھلکنے والی ربوبیت اسے اس کارخانہ حیات کے پیدا کرنے والی ہستی کا سراغ دے گی ۔[34]

یہ بات طے شدہ ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جسے پرورش کی احتیاج نہ ہو ۔جس طرح ہر چیز جو مخلوق ہے اپنے خالق پر دلالت کرتی ہے اسی طرح ہر چیز جو مربوب ہے اس کے لیے لازمی و لابدی ہے کہ اس کا ایک رب بھی ہو ۔رحمِ مادر میں پرورش پانے والے جنین(Foertus)کو غذا پہنچانے کے پیچیدہ (Complex)نظام کے مطالعہ سے نظامِ ربوبیت کی وہ کرشمہ سازیاں عیاں ہوتی ہیں جو کسی پرورش کرنے والی ہستی کی خبر دیتی ہیں ۔یہ ہو نہیں سکتا کہ ہر ایک کو پرورش مل رہی ہو اور پرورش کرنے والی ذات موجود نہ ہو ،تخلیق موجود ہو اور کوئی متصرف الوجود ہستی اس کی خالق نہ ہو ۔خود بخود تخلیق (Spontaneous Creation)کے تصور کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں اور اس کی لغویت (Absurdity)اتنی آشکارا(Obvious)ہے کہ غیر جانبدار تعقل و تفکر سے انسان خدا کے وجود کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا ۔

ردِّ شرک:

قرآنِ حکیم نے ردِّ شرک کے ضمن میں بتوں کی بے وقعتی واضح کی ۔ان مشرکوں کو اس انداز میں بھی سمجھایا کہ جن بتوں کی تم پوجا کرتے ہو یہ تو محض پتھروں کے ٹکڑے ہیں ۔انسانی شرف و کمال کہاں اور ان پتھروں کی وقعت کہاں ،یہ تو ہر لحاظ سے ہیچ ہیں ،قرآنِ حکیم ردِّشرک کے مضمون کو مندرجہ ذیل اسالیب سے بیان

فرماتا ہے ۔شرک سب سے گھناؤنا اور کبیرہ گناہ ہے ۔اس کے علاوہ ہر گناہ قابلِ معافی ہے :
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا۔[35]
(بے شک اللہ اس (بات)کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جو (گناہ)اس سے نیچے ہے جس کے لیے چاہے معاف فرمادیتا ہے ،اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ واقعی دور کی گمراہی میں بھٹک گیا ۔)
الغرض اللہ تعالیٰ حق و باطل کا فرق اور دونوں کا انجام سمجھانے کے بعد ہر ایک کو آزادی سے اپنا راستہ اختیار کرنے کا موقع دیتا ہے ،تاکہ ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمہ دار ٹھہرے اور اس پر جزاء و سزا کا حق دار قرار پائے ۔

منفی رویّوں کی مذمت اور مثبت رویوں کی تحسین :

قرآنِ حکیم منافقین کےمنفی رویوں کے بارے میں قرآنِ حکیم یوں بیان کرتا ہے :
إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ۔[36]
(اے حبیبِ مکرم ﷺ!)جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں ،اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناآپ اس کے رسول ہیں ،اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً منافق لوگ جھوٹے ہیں ۔)
علامہ ابنِ منظور(1312ء-1233ء) لفظِ منافق کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ نفق سے ماخوذ ہے ،جس کا معنیٰ سُرنگ کے ہیں ۔۔نفاق کے دو پہلو ہیں ۔ایک کفر جو اس کے دل میں ہے ،دوسرا ایمان جو اس کی زبان پر ہے ۔اگر کفر سے اسے کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے لگتا ہے ،اور اگر اسلام کے باعث اسے کوئی تکلیف پہنچ رہی ہو تو فوراً اپنے کافر ہونے کا اعلان کردیتا ہے ۔[37]
اس اعلانِ خداوندی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ منافق فی الواقع نبی مہربانﷺ کی رسالت کے قائل نہ تھے اور جو کوئی ثبوت ان کے اقرارِ رسالت کی نسبت ملتا ہے وہ قرآنی وضاحت کے مطابق محض جھوٹ اور مکر وفریب تھا ۔
دھوکہ دہی کی نفسیات ،جسے قرآنِ مجید مخادعت سے تعبیر کرتا ہے ۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے :
يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۔ [38]
(وہ اللہ کو (یعنی رسولﷺ کو)اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر (فی الحقیقت)وہ اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ۔)
اس آیت کی تفسیر میں علامہ بغوي(1122ء-1044ء) لکھتے ہیں کہ :
{ يُخَادِعُونَ اللَّهَ } أي : يخالفون الله ، وأصل الخداع في اللغة الإخفاء ، ومنه المخدع للبيت الذي يخفي فيه المتاع ، فالمخادع يظهر خلاف ما

يضمر . وقيل : أصل الخداع : الفساد ،معناه : يفسدون ما أظهروا من الإيمان بما أضمروا من الكفر { وَالَّذِينَ آمَنُوا } ، أي ويخادعون المؤمنين بقولهم إذا رأوهم آمنا وهم غيرمؤمنين . { وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ } لأن وبال خداعهم راجع إليهم لأن الله يطلع نبيه صَلَّى اللَّه عَلَيْه وَسَلَّمَ على نفاقهم فيفتضحون في الدنيا ويستوجبون العقاب في العقبى ، { وَمَا يَشْعُرُونَ } أي : لا يعلمون أنهم يخدعون أنفسهم وأن وبال خداعهم يعود عليهم۔[39]

اس کا مفہوم یوں یہ ہے کہ منافقین زبانی اقراراور قلبی انکار کے ذریعے یہ خیال کئے ہوئے تھے کہ ہم خدا اور اہل ایمان سے اپنی حقیقی فکر اور باطنی حالت چھپا کر انہیں فریب اور غلط فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں ،حالانکہ یہ ان کی خود فریبی اور ناسمجھی تھی ۔منافقین کی مخادعت بزعم خویش ذاتِ خداوندی سے نہ تھی ۔بلکہ یہ تو وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے ۔ان کی دھوکہ دہی کی کوشش درحقیقت نبی اکرم ﷺ کی نسبت تھی جن کے بارے میں وہ علیحدگی میں کہتے تھے کہ کیسا رسول ہے ؟ہم دل سے اس کے ساتھ نہیں ہیں ،اس پر ایمان بھی نہیں رکھتے ۔اس کے باوجود اسے ہماری حالت کی خبر نہیں اور ہمیں بدستور مسلمان سمجھتا ہے ۔

الغرض قرآن حکیم نے منافقین کے منفی رویہ کو تفصیلاً بیان کیا ہے ۔جس کو نکات کی شکل میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے

*۔دعویٰ ایمان صرف زبانی حد تک کرنا اور باطن کا اس کی تصدیق سے خالی ہونا ۔
*۔یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہماری حالتِ نفاق سے بے خبر ہیں ۔
*۔جھوٹ بولنا ۔
*۔نام نہاد اصلاح کے پردے میں فساد انگیزی یعنی مفسدانہ طرز عمل کے باوجود خود کو صالح اور مصلح سمجھنا ۔
*۔دوسروں کو بے وقوف اور صرف خود کو اہل عقل ودانش سمجھنا ۔
*۔سچائی کو روشن دیکھتے ہوئے بھی اس سے آنکھیں بند کر لینا ۔
*۔اسلام کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات سے گھبرانا اور ان سے بچاؤ کی تدابیر کرنا ۔
*۔اہل حق کی کامیابیوں پر دنگ رہ جانا اور ان پر حسد کرنا ۔

الغرض رب العالمین نے ان لوگوں کے اندازِ فکروطرزِعمل اور فتنہ پرداز ذہنیت اور منفی رویوں کو شرح و بسط کے ساتھ اہل ایمان کے سامنے رکھ دیا تاکہ وہ ان کی محض ذہنیت ،قول وعمل کے تضاد اور مذموم عزائم سے باخبر رہیں اور اس طرح ان کی معاندانہ سرگرمیوں کا سدِّ باب کیا جاسکے ۔

قرآن مجید مبنی برحق عقائد اور مثبت رویوں کی تحسین بھی کرتا ہے ۔قرآن مجید نے اس کا ذکر اکثر وبیشتر مقامات پر کیا ہے ۔ارشاد خداوندی ہے :

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِن تَأْمَنْهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُم مَّنْ إِن تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔[40]

(اور اہل کتاب میں ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ اس کے پاس مال کا ڈھیر امانت رکھ دیں تو وہ آپ کو لوٹا دے گا اور انہی میں ایسے بھی ہیں کہ اگر اس کے پاس ایک دینار امانت رکھ دیں تو آپ کو وہ بھی نہیں لوٹا ئے گا سوائے اس کے کہ آپ اس کے سر پر کھڑے رہیں ،یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ اَن پڑھوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ،اور اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور انہیں خود (بھی) معلوم ہے ۔)

یہاں قرآن کریم میں ان کے مثبت رویہ اور مبنی بر حق عقائد کی تحسین کی ہے کہ ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ اگر ان کے پاس مال کا ڈھیڑ بھی امانت کے طور پر رکھ دیں تو وہ ان میں کبھی بھی خیانت نہیں کریں گے ۔قرآن مجید نے ان کے اس عمل کی تحسین کی ہے ۔

رجوع الی الاصل کی دعوت:

قرآنِ کریم رجوع الی الاصل کی دعوت دیتا ہے ۔اس کی مثالیں انبیاء و رسل کی دعوت سے واضح ہوتی ہیں کہ تمام انبیاء کرام نے اللہ کی وحدانیت کی دعوت دی ۔

یہ انبیاء اس لیے نہیں بھیجے گئے تھے کہ ہر ایک اپنے نام سے ایک نئے مذہب کی بنا ڈالے اور اپنی ایک نئی امت بنالے ۔بلکہ ان کے بھیجے جانے کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کے سامنے اس کھوئی ہوئی راہ حق کو واضح کر کے انہیں پھر سے ایک امت بنا دیں ۔[41]

ارشاد خداوندی ہے :

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ۔[42]

(ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا اس تعلیم کے ساتھ کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو ۔)

قبولِ حق اور اشتراکِ عمل کی ترغیب:

قرآن کریم قبول حق اور اشتراکِ عمل کی ترغیب بھی دیتا ہے ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے :

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ۔[43]

(آپﷺ کہہ دیجیئے کہ اے لوگو ! تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے ،اس لیے جو شخص راہِ راست پر آجائے سو وہ راہ راست پر آئے گا اور جو شخص گمراہ رہے گا تو اس کا گمراہ ہونا اسی پر پڑے گا ،اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا ۔)

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ(1998ء-1918ء) اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اے مکہ کے باشندو ! اے عرب کے رہنے والو! بلکہ اے آدم کی ساری اولاد ! کان کھول کر سن لو ۔مطلع ہدایت پر آفتاب محمدی ﷺ طلوع ہوچکا ۔نیکی کی شاہراہ جگمگا اٹھی ۔شک و

شبہ کی دھند دور ہوگئی ۔تبلیغ حق کا حق ادا کر دیا گیا ۔اب تمہاری مرضی دعوت حق کو قبول کرو یا گمراہی کے گڑھے میں پڑے رہو ۔تم کوئی سا طرز عمل اختیار کرو تم آزاد ہو ۔لیکن ایک بات یاد رہے کہ اگر رشد و ہدایت کا راستہ اختیار کرو گے تو تمہارا اپنا بھلا ہوگا ۔اور غلط روی سے باز نہ آئے تو اس کا نقصان بھی صرف تمہیں برداشت کرنا پڑے گا ۔[44]

مشترک عقائد پر اتفاق کی دعوت :

قرآن حکیم منکرین و مخالفین کو اپنی دعوت پہنچانے کے لیے اختلافات کی بجائے مشترکات کو بنیاد بناتا ہے ۔اس اسلوب دعوت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کے مخالف تعصب و ہٹ دھرمی کے خول سے باہر نکل کر داعی سے مانوس ہو کر اس کے پیغام کے قریب ہونا شروع ہو جاتا ہے ۔اسے داعی کی فکر ونظر پر غور اور سوچ بچار کرنے کا موقع ملتا ہے ۔ ارشاد ہے:

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔[45]

(اے رسول معظم ﷺ!)آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے پسندیدہ طریقہ سے بحث کریں۔)

کا پیکر ہوگا تو اس کی دعوت موثر ہو گی اور عین ممکن ہے کہ جو کام مناظرہ و مباحثہ نہ کر سکے وہ کام حکیمانہ اسلوب دعوت کر دکھائے۔ارشاد خداوندی ہے :

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّـهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّـهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔[46]

(اے نبی ﷺ اہل کتاب کو کہہ دیجئے کہ آو اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سواکسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر اگر وہ اعراض کریں تو آپ کہہ دیں کہ لوگوں گواہ رہو ہم مسلمان ہیں ۔)

اس آیت میں اہل اسلام کو حکم دیا جارہا ہے کہ دیگر مذاہب کو باہمی اتفاق و اشتراک کی دعوت دی جائے اور اس اتحاد کی بنیاد مشترک عقائد کو بنایا جائے ۔ اہل کتاب کو دعوت ایسے نظریے کی طرف دی جائے جو قرآن اور ان کے درمیان یکساں ہے ۔اور وہ کلمہ صرف اللہ کی بندگی بجالانا،اس کے ساتھ شرک نہ کرنا،اور ایک دوسرے کو رب نہ بناناہے۔ اگر وہ اس بات سے انکار کر دیں کہ وہ صرف اللہ وحدہ کی بندگی کریں گے ،اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے ۔ تو تم اس کے مطابق اپنے اسلام کا اعلان کر دو ۔

اہل کتاب سے مکالمے کا شرعی اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ انہیں خدا کے دین کی طرف دعوت دی جائے۔ حق کو دلائل اور براہین سے واضح کیا جائے اور اسی طرح باطل کا دلیلوں سے بطلان کیا جائے۔ اس اصول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سورۃ فصلت میں فرماتا ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔[47]

(اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہو گی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقینامسلمانوں میں سےہوں۔)

رسولوں کو جو دعوت سونپ کر میدان کارزار میں اتارا جاتا تھا تو شریعتوں کے مختلف ہونے کے باوجود تمام انبیاء کرام اور رسولوں کی مشترکہ دعوت کا عنوان یہی تھا کہ خدا کے دین کی طرف دعوت دینا اور باطل کا بطلان کرنا۔ ہر نبی کی دعوت کا عنوان یہ تھا: اُعْبُدُوا اللَّهِ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۔[48]

(تم اللہ کی عبادت کرواُس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں۔)

تمام انبیاء کی دعوت کا اگر استقراء کیا جائے تو سبھی کی دعوت کا عنوان خدا کی طرف پکارنا اور باطل کا بطلان کرنا ہی ثابت ہو گا۔ اسی دعوت کی طرف انبیاء اور رسل اپنی اپنی قوموں کو دعوت دیتے رہے۔ انبیاء کی دعوت میں آپ کو شائبہ تک نہ ملے گا کہ مختلف ادیان کے مشترکہ نقاط کی دعوت اُن کے پیش نظر رہی ہو۔ مشترکہ اہداف کے لیے سعی کرنا اور مخالف نقاط سے پرہیز کرنا ایسا کوئی اندیشہ آپ کو انبیاء کی دعوت میں نظر نہیں آئے گا خصوصاً عقائد اور تصورات کی بابت چپ سادھے رکھنا جو آج کل ادیان کے درمیان مکالمے کا نمایاں ترین بلکہ واحد مقصد رہ گیا ہے، یہ منہج انبیاء کی دعوت سے کوسوں دور ہے۔

انبیاء کے منہج میں مشترکہ نقاط کے ملغوبے کی طرف دعوت دینا قطعاً نہیں پایا جاتا، ادیان کے درمیان وحدت پیدا کرنا تو دور کی بات ہے۔ انبیاء اپنے دین کی طرف پوری شدت سے دعوت دیتے تھے اور پورے زور سے مخالفین کا رد بھی دلائل و براہین قاطعہ سے کرتے تھے۔ اہل کتاب کے ساتھ مکالمے کی طرف قرآن میں خصوصی طور پر توجہ دی گئی ہے۔ اہل کتاب کو دعوت دینے کے چار مراحل کتاب و سنت میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ درست ہے کہ یہی چار مراحل باقی ادیان کے پیرو کاروں کے لیے بھی ہیں اس لیے کہ اسلام کی عمومی دعوت ہر دو کو شامل ہے۔

اہل کتاب کے ساتھ مکالمے کا ایک ہی اسلوب نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اس بات کا خوب اہتمام کیا گیا ہے کہ جس سے کلام کیا جارہا ہے اُس کی خصوصیات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں مختلف لوگوں کے لیے مختلف اسلوب اختیار ہوئے ہے :

*۔بغیر تمہید کے اسلام کی طرف دعوت دینا اور شرک کا ابطال کرنا۔ اس کی مثال مذکورہ بالا آیت میں گزر چکی ہے۔

*۔تذکیری اسلوب جیسے سورہ بقرۃ میں بیان ہوا ہے:

خلاصہ کلام:

مطالعہ قرآن سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ کلامِ الٰہی میں مذاہب عالم کے تذکرے میں کئی اسالیب اختیار کیے گئے ہیں ۔کہیں ان مذاہب کا ذکر اجمالی طور پر کر کے کئی بنیادی اصولوں کی وضاحت کی گئی ہے ،تو کہیں مذاہب باطلہ کے عقائد پر تنقید کے ذریعے حقیقت حال واضح کی گئی ہے ۔کسی جگہ ردِّ شرک اور کسی جگہ اثباتِ توحید ۔کہیں اہلِ کتاب کے منفی رویُّوں پر تنقید ہے تو کہیں نکتہ ہائے مشترک پر ،انہیں مکالمے کی دعوت دی گئی ہے ۔تو کہیں اللہ تعالیٰ نے مذہبِ اسلام کی برتری کا ذکر بھی کیا ہے ۔کلامِ مجید کے ان اسالیبِ بیان کی حکمتوں کا مطالعہ علم و عمل کی کئی نئی راہیں کھولنے کا سبب بنتا ہے ۔

References

[1] - Al-Quran Al-Hakeem, Al-Hajj 22:17

[2] -Suyuti, Jalaluddin, Imam, Tafsir in Manthur, Beirut: Dar al-Fikr, 2003, V 10, P 433.

[3] - Al-Baqarah 2:62

[4] - Razi,Fakhr-ud-Din,Imam,Tafsir Kabir, Beirut: Dar Al-Kitab Al-Alamiya, 2000: 3, p: 97

[5] - Maulana Maududi, Tafheem-ul-Quran, Lahore: Translator of Quran, 1971, Volume 1, Page 70

[6] - Sayyid Sulaiman Nadavi, History of Ard-ul-Quran, Karachi: Dar-ul-Ashaat, 1975, Volume 1, Page 150

[7]- Maulana Maududi, Tafheem-ul-Quran, Volume 1, Page 459

[8] - Ibn Jarir Tabari, Tarikh al-Umm wa al-Muluk, Beirut: Dar al-Kitab al-Alamiya, 1407 AH, vol. 1, p. 305

[9] - Sad38:26.Al-Naml27:16.Al-Isra17:55.Al-Nisa4:163

[10] -Ibn Hisham, The Biography of the Prophet, Egypt: Mustafa al-Babi, 1936, V 2, P220-230

[11] - Abdul Majid Dariabadi, Tafsir Majidi, Lahore: Pak Company, S, N, P: 32

[12] -Imam Abu Bakr al-Jassas, Ahkam al-Quran, Beirut: Lebanon, Dar al-Ahya al-Tarath al-Arabi, 1405 AH, vol. 3, p. 328

[13] - Abdul Rahman Kalani, Tafsir Taseer-ul-Quran, Lahore: Maktab-ul-Salam, 1432 AH, Volume 3, Page 145

[14] - Syed Sulaiman Nadavi, History of the Land of the Qur'an, Karachi: Dar Al-Ishaat, 1975, Volume 1, Page 152

15- Abdul Majid Dariabadi, Tafsir Majidi, p. 32
16 - Ibid,P701
17 - Imam Abu Bakr al-Jassas, Ahkam al-Quran, vol. 3, pp. 326-327
18 - Ibid,vol.3,p:326
19 - Maududi, Tafheem-ul-Quran ,vol. 1, p. 82
20 - Al-Baqarah 80: 2-81
21 - Abdul Rahman Kelani, Taseer-ul-Quran, vol. 1, p. 85
22 - Al-Baqarah 111: 2
23 - Abdul Majid Dariabadi, Tafsir Majidi, vol. 1, p. 56
24 - Al-Imran 68: 3
25 - Al-Nahal 16:120
26 - Muhammad Karam Shah, Zia-ul-Quran, Lahore: Zia-ul-Quran Publications, Urdu Bazaar, 2015, Volume 1, Page 241
27 - Al-Baqarah 2: 163
28 - Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri, Members of Islam, Lahore, Minhaj-ul-Quran Publications, 2004, p: 73
29 - Al-Imran 3: 190
30 - Al-Dukhan 44:38
31 - Al qiama 75:14.15
32 - Yonas 31:10
33 - Abasa 80: 24-27
34 - Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri, Members of Islam, p. 79
35 - Al-Nisa 4:116
36- Al-Munafiqun 63:1
37 - Ibn Manzoor, Allama, Language of the Arabs, Egypt: Al-Hayat Press, 1304 AH, Volume 10, Page 359
38 - Al-Baqarah 2: 9
39 - Allama Baghawi, Ma'alim al-Tanzeel, Beirut: Dar al-Salam, 1416 AH, V 1, P 39
40 - Al-Imran 3:75
41 - Sayyid Abu al-'Ali Maududi, Tafsir Tafhim al-Quran, vol. 1, p. 163
42 - Al-Nahal 16:36
43 - Yonas 10: 108
44 - Pir Muhammad Karam Shah Al-Azhari, Zia-ul-Quran ,V2.P 335
45- Al-Nahal 16:125

[46] - Al-Imran 3:64

[47]- Fusilat 41:33

[48] - Al-A'raf 7:59